تدبّرِ قرآن

۱۰۱

القارعة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورہ کا مضمون اور ترتیب بیان

اس سورہ میں یہ حقیقت سمجھائی گئی ہے کہ جس قیامت سے ڈرایا جا رہا ہے اس وقت اگرچہ کسی کو نہیں معلوم لیکن اس کا آنا یقینی ہے جس طرح کوئی اچانک آکر دروازے پر دستک دیتا ہے اسی طرح وہ اچانک آدھمکے گی۔ دانش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا کھٹکا ہر وقت لگا رہے۔ اس دن کسی کے پاس کوئی قوت و جمعیت نہیں ہوگی۔ لوگ قبروں سے اس طرح پراگندہ نکلیں گے جس طرح برسات میں پتنگے نکلتے ہیں۔ ہر ایک پر نفسی نفسی کی حالت طاری ہوگی۔ کوئی بھی کسی دوسرے کی مدد کرسکنے کی پوزیشن میں نہ ہوگا۔ اس دن قلعے، مورچے، حصار تو درکنار پہاڑوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ دھنکی ہوئی اون کی مانند ہو جائیں گے۔ اس دن صرف نیک عمل ہی کام آنے والا بنے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی میزانِ عدل قائم کرے گا۔ جس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا وہ جنت کے عیشِ جاوداں میں ہوگا اور جس کی بدیوں کا پلڑا بھاری ہوگا وہ دوزخ کے کھڈ میں بھڑکتی آگ کے اندر پھینک دیا جائے گا۔

سُورَةُ الْقَارِعَةِ

مَكِّيَّةٌ —— اٰیات : ۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اٰیات ۱ - ۱۱

اَلْقَارِعَةُ ۝١ مَا الْقَارِعَةُ ۝٢ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝٣ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝٤ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝٥ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝٦ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝٧ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝٨ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝٩ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝١٠ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝١١

ع ۱۱ / ۲۶

ترجمہ آیات ۱ - ۱۱

کھٹکھٹانے والی!

کیا ہے کھٹکھٹانے والی!

اور تم کیا سمجھے کہ کیا ہے کھٹکھٹانے والی! ۱ - ۳

اس دن لوگ منتشر پتنگوں کے مانند ہوں گے اور پہاڑ دھنکی ہوئی اون کے مانند ہو جائیں گے۔ ۴ - ۵

تو جس کے پلّے بھاری ہوں گے وہ تو دل پسند عیش میں ہوگا۔ اور جن کے پلّے ہلکے ہوئے تو اس کا ٹھکانا کھڈ ہوگا۔ اور تم کیا سمجھے کہ وہ کیا ہے! دہکتی آگ! ۶ - ۱۱

الفاظ و اسالیب کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

اَلْقَارِعَةُ (۱)

'القارعة' میں ایک خاص تنبیہ مضمر ہے

یہ قیامت کے مختلف ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس کے معنی ہیں ٹھونکنے والی، کھٹکھٹانے والی۔ 'قَرَعَ الْبَابَ' کے معنی ہیں اس نے دروازہ کو ٹھونکا یا کھٹکھٹایا۔ اس نام سے قیامت کے اس خاص پہلو کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ جس طرح کوئی رات میں آنے والا دروازے کو ٹھونکتا اور گھر کے تمام سونے والوں کو دفعتہً ہڑبڑا دیتا ہے، وہی حال قیامت کا بھی ہوگا۔ اس کا وقت کسی کو نہیں معلوم کہ کب آدھمکے۔ اس کا ظہور اچانک ہوگا اور وہ بالکل دفعتہً سارے عالم میں ایک ہلچل برپا کردے گی۔ اس کے اسی نام کے اندر یہ تنبیہ بھی مضمر ہے کہ جب یہ اس کائنات کی سب سے بڑی ہلچل ہے اور اس کا وقت کسی کو نہیں معلوم ہے تو سلامتی اسی میں ہے کہ اس کا کھٹکا ہر وقت لگا رہے۔

یہ اسلوب بیان جو یہاں اختیار فرمایا گیا ہے ایک الارم کی نوعیت کا ہے تاکہ تمام کان رکھنے والے اس مبتدا کی خبر سننے کے لیے تیار ہو جائیں۔ گویا قیامت جس نوعیت کی ہڑبڑاہٹ اس دنیا میں پیدا کرے گی اسی نوعیت کی ہڑبڑاہٹ یہاں اس کا نام پیدا کر رہا ہے۔ سورۂ حاقہ میں بھی یہی اسلوب کلام اختیار کیا گیا ہے اور اس کی بقدر ضرورت وضاحت ہم کر چکے ہیں۔[1]

مَا الْقَارِعَةُ (۲)

اس سوال نے اس الارم کی سنگینی میں مزید اضافہ کر دیا کہ جو لوگ اس کو کوئی معمولی بات سمجھ کر اس سے بے پروا ہیں وہ چوکنے ہوں اور کان کھول کر اس کا حال سن لیں اور اس کے لیے جس تیاری کی ضرورت ہے اس کی فکر کریں۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ (۳)

لوگوں کی غفلت پر سرزنش

اس اسلوب کی وضاحت جگہ جگہ ہو چکی ہے۔ اس میں سوال کے ساتھ ساتھ مخاطب کی غفلت، بلادت اور ناعاقبت بینی پر افسوس اور حسرت کا اظہار بھی ہے کہ تم کیا جانو یا کیا سمجھے کہ وہ اچانک

---

[1] ملاحظہ ہو تدبر قرآن جلد ہفتم، صفحات: ۵۴۱-۵۴۲

ٹوٹ پڑنے والی آفت کیا ہے اور ان لوگوں پر کیا گزرے گی جو بار بار کی تنبیہ و تذکیر کے باوجود اس کا مذاق اڑائے جا رہے ہیں۔

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ (۴)

اس دن جس صورتِ حال سے سابقہ پیش آئے گا یہ اس کا بیان ہے کہ اس دن لوگ پراگندہ پتنگوں کے مانند ہوں گے۔ نہ کسی کے ساتھ اس دن اس کا خاندان و قبیلہ ہوگا، نہ کسی کی کوئی جماعت و جمعیت ہوگی اور نہ وہ شرکاء و شفعاء ہی ہوں گے جن کے اعتماد پر لوگ نچنت ہیں۔ بلکہ لوگ قبروں سے متفرق نکلیں گے اور ہر ایک کو سابقہ صرف اپنے اعمال سے پیش آئے گا۔ سورۂ زلزال میں فرمایا ہے:

اس دن کوئی کسی کا ساتھ نہیں دے گا

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۥ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝	اس دن لوگ قبروں سے متفرق ہو کر نکلیں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں۔
(الزلزال - ۹۹ : ۶)	

سورۂ مومنون میں فرمایا ہے:

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝	پس جب صور پھونکا جائے گا تو ان کے آپس کے نسبی رشتے اس دن ختم ہو جائیں گے اور وہ ایک دوسرے سے مدد کے طالب نہ ہو سکیں گے۔ پس جن کے نیکیوں کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی فلاح پانے والے بنیں گے اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا، وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں پڑے۔
(المومنون - ۲۳ : ۱۰۱-۱۰۳)	

اس دن ہر شخص پر نفسی نفسی کی جو حالت طاری ہوگی اس کی تصویر سورۂ معارج میں یوں کھینچی گئی ہے:

وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۝ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ	اور اس دن کوئی دوست اپنے دوست کو نہ پوچھے گا باوجودیکہ وہ ان کو دکھائے جائیں گے۔ مجرم چاہے گا کہ کاش! وہ اپنے بیٹوں، اپنی بیوی اور اپنے بھائی اور اس خاندان کو، جو اس کو پناہ دیتا رہا

جَمِيۡعًا ۙ ثُمَّ يُنۡجِيۡهِ ۙ (المعارج - ۷۰: ۱۰-۱۴)

ہے، فدیہ میں دے کر اس دن کے عذاب سے اپنے کو چھڑا لے جائے۔

وَتَكُوۡنُ الۡجِبَالُ كَالۡعِهۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ (۵)

اس دن سارے استحکامات ٹوٹ پھوٹ جائیں گے

یعنی خاندانوں اور قبیلوں کی عصبیتوں کی طرح اس دن قلعوں، گڑھیوں اور عمارتوں کے سارے استحکامات بھی درہم برہم ہو کر رہ جائیں گے۔ اس دن پہاڑوں تک کا یہ حال ہو گا کہ وہ دھنکی ہوئی اون کے مانند ہو جائیں گے۔ یعنی جس طرح دھنکی ہوئی اون کا ریشہ ریشہ الگ ہو جاتا ہے اسی طرح پہاڑوں کا ذرہ ذرہ بھی پراگندہ ہو جائے گا۔

پہاڑوں کا ذکر خاص طور پر اس وجہ سے ہوا کہ قیامت کے منکرین پہاڑوں کو غیر فانی خیال کر کے بطور استہزاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے تھے کہ کیا جب قیامت آئے گی تو وہ پہاڑوں کو بھی اکھاڑ پھینکے گی؟ ان کے اس سوال کا حوالہ اور اس کا جواب قرآن مجید میں مذکور ہے۔

'عِهۡن' اس اون کو کہتے ہیں جو دھنک کر اور رنگ کر کاتنے کے لیے تیار کی جا چکی ہو۔ اس طرح کی اون کا ریشہ ریشہ الگ ہوتا ہے اس وجہ سے یہاں اس کی تشبیہ استعمال ہوئی ہے۔ تشبیہ میں اصل مقصود اون کی پراگندگی کو نمایاں کرنا ہے نہ کہ اس کے رنگ کو۔

فَاَمَّا مَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ ۙ فَهُوَ فِيۡ عِيۡشَةٍ رَّاضِيَةٍ (۶-۷)

اس دن صرف نیک اعمال کام آئیں گے

اس دن واحد کام آنے والی چیز آدمی کے نیک اعمال ہوں گے۔ ہر شخص کے اعمال تولے جائیں گے۔ جس کی میزان بھاری ہو گی وہ تو فلاح پائے گا اور جس کی میزان ہلکی رہ جائے گی وہ نامراد ہو گا۔ اس دن جو میزان نصب ہو گی وہ خاص میزان ہو گی جو لوگوں کے اعمال ہی کے تولنے کے لیے نصب کی جائے گی۔ سورۂ انبیاء میں اس کا ذکر یوں آیا ہے۔

وَنَضَعُ الۡمَوَازِيۡنَ الۡقِسۡطَ لِيَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ (الانبیاء - ۲۱: ۴۷)

اور ہم قیامت کے دن کے لیے خاص میزان عدل مقرر کریں گے۔

اس دن اور اس میزان کا خاص وصف سورۂ اعراف میں یہ بیان ہوا ہے کہ اس دن وزن صرف حق کے اندر ہو گا، باطل کے اندر سرے سے کوئی وزن ہی نہیں ہو گا۔ یہ میزان ہر شخص کے عمل کو تول کر بتا دے گی کہ کس کا عمل حق اور وزن دار ہے اور کس کے اعمال بالکل باطل اور پھوک ہیں۔ فرمایا ہے:

وَالۡوَزۡنُ يَوۡمَئِذِ ۣ الۡحَقُّ ۚ فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ

اس دن وزن صرف حق کا ہو گا تو جن کے پلڑے بھاری ہوئے وہ تو فلاح پانے والے ہوں گے،

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ○ (الاعراف - ۷: ۸ - ۹)

اور جن کے پلڑے ہلکے رہے وہی ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈالا بوجہ اس کے کہ وہ ہماری آیات کی ناقدری کر کے اپنی جانوں پر ظلم ڈھاتے رہے۔

’فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ‘ یہاں ’مَنْ‘ کے لحاظ سے ضمیر اگرچہ واحد ہے لیکن اس سے مراد جیسا کہ اوپر سورۂ اعراف کی آیات میں شہادت موجود ہے، جمع بھی لے سکتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ لوگ پسندیدہ عیش میں ہوں گے۔ یعنی جو کچھ یہ چاہیں گے وہ بھی انھیں ملے گا اور ان کا رب ان کو وہ کچھ بھی دے گا جس کا وہ تصور بھی نہ کر سکتے ہوں گے۔

وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۭ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۭ نَارٌ حَامِيَةٌ (۸ - ۱۱)

یہ ان لوگوں کا حشر بیان ہو رہا ہے جن کے پاس صرف باطل ہی باطل ہو گا۔ حق ان کے پاس ہو ہی گا نہیں یا ہو گا تو ان کے عقیدے اور ان کی نیت نے اس کو بھی بالکل بے وزن کر دیا ہو گا۔ فرمایا کہ ان کا ٹھکانا کھڈ ہو گا۔ اس کھڈ کی وضاحت آگے فرما دی کہ ’نَارٌ حَامِيَةٌ‘ وہ دوزخ کا کھڈ ہو گا جس میں آگ بھڑک رہی ہو گی۔

’اُمٌّ‘ کے معنی ماں کے ہیں لیکن یہاں یہ ملجا اور ٹھکانے کے معنی میں ہے اور نہایت بلاغت کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔

’مَا هِيَهْ‘ میں ’ہ‘ سکتہ کی ہے جو قافیہ کی رعایت سے آئی ہے۔ اس کی مثالیں پیچھے اس کتاب میں گزر چکی ہیں۔

ان سطور پر اس سورہ کی تفسیر تمام ہوئی۔ فالحمد للہ حمداً کثیراً۔

لاہور
۱۰- اپریل ۱۹۸۰ء
۲۳- جمادی الاول ۱۴۰۰ھ